فحاشی اور بے حیائی کا سیلاب......لمحہ فکریہ

حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری
ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ، پاکستان

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کی جو علامات بتائی ہیں ان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگ بہت سے گناہوں اور برائیوں کا ارتکاب مہذب اور شائستہ ناموں سے کریں گے، شراب نوشی کریں گے مگر نام بدل دیں گے، سود خوری کریں گے اور اس کو نام کچھ اور دے دیں گے۔ غور کیا جائے تو یہ برائی کی سب سے بدترین صورت ہوتی ہے، کیوں کہ اس میں بھلائی کے لبادے میں برائی کی جاتی ہے، تہذیب کے نام پر بدتہذیبی کو روا رکھا جاتا ہے، آزادی کے نام پر نفس کی غلامی کی راہ ہموار کی جاتی ہے، اسلام جس وقت دنیا میں آیا اس وقت بھی کم وبیش یہی حالت تھی، اہل عرب اپنے کو دین ابراہیمی کا پیروکار کہتے تھے، لیکن پوری طرح شرک میں ملوث تھے۔

جب کوئی انسانی گروہ گناہ کا عادی ہوجاتا ہے اور جان بوجھ کر گناہ کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کا طریقہ کار یہی ہوتا ہے کہ وہ بدی کو نیکی اور برائی کو اچھائی ثابت کرنے کی کوشش کرنے لگتا ہے، مغربی تہذیب نے آج یہی صورت اختیار کر رکھی ہے، آج بہت سی مسلمہ اخلاقی برائیاں، تہذیب وثقافت کے نام سے رائج ہوگئی ہیں، جو لوگ اس سے اختلاف رکھتے ہوں، اسے براجانتے ہوں ان کو تہذیب جدید سے ناآشنا، بنیاد پرست اور انتہا پسند جیسے القاب سے نوازا جاتا ہے۔ پوری قوت کے ساتھ اس بات کی کوشش کی جارہی ہے کہ طوعاً یا کرہاً مغربی ثقافت وتہذیب کو اہل مشرق پر مسلط کردیا جائے۔

اسی سلسلے کی ایک کڑی ''فحاشی اور بے حیائی'' کا فتنہ ہے جو''روشن خیالی'' کے نام سے پروان چڑھایا جارہا ہے۔

قرآن کریم میں جا بجا''فحاشی'' کی مذمت اور اسے شیطان کا عمل قرار دیا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿إن الله يأمر كم بالعدل والاحسان وايتاءِ ذى القربى وينهى عن الفحشاء والمنكر والبغى . . . ﴾ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ تین چیزوں سے بچنے کا حکم دے رہے ہیں: (۱) بے حیائی سے (۲) منکر یعنی ناجائز کام سے (۳) سرکشی سے۔

فحشاء، ہر اُس برے اور بے حیائی کے کام کو کہا جاتا ہے جس کی برائی انتہائی درجہ کو پہنچی ہوئی ہو اور عقل وفہم اور فطرتِ سلیمہ کے نزدیک بالکل واضح ہو۔ اور منکر کا اطلاق اُس قول وفعل پر ہوتا ہے جس کے حرام اور ناجائز ہونے پر اہل شرع کا اتفاق ہو۔

دوسری جگہ ارشاد باری ہے: ﴿الشیطٰن یعدکم الفقر ویأمرکم بالفحشاء﴾ یعنی شیطان تمہیں مفلسی سے ڈراتا ہے اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے۔ (البقرۃ: 268) ایک اور جگہ ارشاد باری ہے: ﴿ومن یتبع خطوات الشیطان فانہ یأمر بالفحشاء والمنکر﴾ یعنی جو شخص شیطان کے پیچھے چلے تو شیطان تو ہمیشہ بے حیائی اور ناجائز کاموں کی تلقین کرے گا۔ (النور: 21)

غور کیا جائے تو لفظ منکر کے تحت فحشاء بھی داخل ہے، اس کے باوجود قرآن کریم کی مختلف آیات میں فحشاء کو الگ اور مستقل ذکر کیا گیا ہے اور دوسری دونوں منہیات سے مقدم فرمایا اس میں اس طرف لطیف اشارہ ہے کہ فحشاء اور بے حیائی بہت سے منکرات اور معصیتوں کا ذریعہ بنتی ہے، جب کسی معاشرے میں فحشاء کا رواج میں وہاں بے غیرتی و بے حمیتی عام ہو جاتی ہے، جذبہ دینی ماند پڑ جاتا ہے، اسلام وایمان کے لیے زندہ رہنے کی فکر وقوت کمزور ہو جاتی ہے اور کئی گناہوں اور معصیتوں کی شناعت دل سے اٹھ جاتی ہے۔

دوسری طرف اسلام نے فحشاء کے برعکس حیا کو اس قدر اہمیت دی ہے کہ اسے جز ایمان قرار دیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "الحیاء شعبۃ من الایمان" یعنی حیا ایمان کا ایک شعبہ ہے (صحیح مسلم، رقم الحدیث: 75) دوسری جگہ ارشاد فرمایا: "إذا لم تستحیی فافعل ما شئت" یعنی اگر آپ میں حیا نہیں تو جو جی میں آئے کریں۔ (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: 4797)

گزشتہ چند عرصہ سے ملک خداداد پاکستان میں فحاشی اور بے حیائی کا سیلاب جس تیزی سے پروان چڑھ رہا ہے، یہ ایک افسوس ناک اور خطرناک صورت حال ہے، جس کا سد باب ضروری ہے ورنہ فحاشی اور بے حیائی کا یہ سیلاب پورے ملک کو لے ڈوبے گا۔ کسی غیر اسلامی معاشرہ میں فحاشی اور بے حیائی کا ہونا کوئی نئی بات نہیں مگر کسی اسلامی ملک میں خصوصا وہ ملک جو نظریہ اسلام کی بنیاد پر وجود میں آیا ہو فحاشی اور بے حیائی کا ابھرنا ایک لمحہ فکریہ ہے!! جنسی اشتعال انگیزی پر مشتمل حیا باختہ عورتوں کی تصاویر اس قدر عام ہو گئی ہیں کہ گھریلو استعمال کی عام اشیاء کو بھی ان سے آلودہ کر دیا گیا، اخبارات و رسائل کے سرورق پر فلمی اور ماڈلنگ کی دنیا کی نیم عریاں تصویروں کا چھپنا ایک عام معمول ہے، جو تھوڑی بہت کسر رہ گئی تھی، وہ ٹی وی چینلوں اور فیشن شوز نے پوری کر دی، فحاشی اور بے حیائی پھیلانے والے برقی آلات گھر گھر عام کر دیے گئے ہیں، انٹرنیٹ اور موبائل کمپنیوں کے نت نئے پیکجز اور اسکیمیں اس وبا کو عام کرنے میں مؤثر کردار ادا کر رہی ہیں اور یہ برقی آلات جس قدر کم قیمت پر پاکستان میں میسر ہیں پوری دنیا میں اس کی نظیر نہیں، یہ مغربی قوتوں کا ایک خاص

منصوبہ ہے جس کے تحت یہ سب کچھ بڑھایا جارہا ہے۔

پاکستان کے سب سے بڑے شہر کراچی میں ذوالحجہ جیسے حج کے مقدس مہینے کے پہلے ہفتہ کو ''فیشن ویک'' منانے کے لیے منتخب کیا گیا، اس مقدس مہینے کے پہلے دس دن سال کے تمام دنوں سے افضل ہوتے ہیں، یہ مسلمانوں کے لیے عبادت وطاعت، بندگی و عجز کے اظہار کے خاص دن ہیں لیکن ظالموں نے ان ہی مقدس دنوں کو ''فیشن ویک'' کی بے حیائی کی نذر کردیا۔

مزید افسوس اور حیرت تو اس پر ہے کہ فحاشی اور بے حیائی کے اس سیل رواں کے آگے بند باندھنے والا اور اسلامی اقدار کا مذاق اڑانے والوں کو روکنے والا کوئی نہیں، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس ملک کے اکثر باشعور طبقہ پر مجرمانہ بے حسی طاری ہو چکی ہے......لیکن دوسری طرف یہ دیکھ کر ایک ڈھارس بندھتی ہے اور امید کی کرن نظر آتی ہے کہ اب بھی چند درد دِل رکھنے والے لوگ موجود ہیں جو ایسی بے حیائی اور بدتہذیبی کا ادراک کرتے ہیں اور اپنے تئیں اس فحاشی اور بے حیائی کو روکنے کی فکر کرتے ہیں، ایک مشہور صحافی اس موضوع پر اپنے ایک حالیہ مضمون میں درد دل کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''فیشن شوز اور CatWalk کے نام پر عریانیت اور بے حیائی پھیلانے کا جو دھندا اسلامی جمہوریہ پاکستان میں ''روشن خیالی'' کے نام پر جس انداز میں زور پکڑتا جارہا ہے اگر اس کا فوری سدباب نہ کیا گیا تو عریانیت کی یہ آگ مہذب گھرانوں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لے گی۔ بدتہذیبی اور جاہلیت کی ان حدوں کو ہم بھی جلد چھولیں گے جو مغربی معاشرہ کی اخلاقی اقدار کی تباہی کا باعث بن چکی ہیں اور جہاں حیوانیت اس حد تک پروان چڑھ چکی ہے کہ اکثر پیدا ہونے والے بچوں کو اپنے باپ کا پتہ نہیں ہوتا۔ مرد اور عورتیں بغیر شادی کیے ایک ساتھ رہنے کو ترجیح دیتے ہیں جب کہ مردوں کا مردوں کے ساتھ اور عورتوں کا عورتوں کے ساتھ شادی کرنے کا رواج زور پکڑتا جارہا ہے۔ فحاشی وعریانیت ان معاشروں میں اب بالکل بے معنی ہو کر ان کے رواج وسماج کا حصہ بن چکی ہیں جنہیں اب وہاں قانونی تحفظ حاصل ہے۔ ایک غیر اسلامی اور کفر کے معاشرہ میں اس بدتہذیبی اور جاہلیت کا ہونا کوئی اچھنبے کی بات نہیں مگر اس قسم کے رجحانات کا کسی اسلامی معاشرے اور اسلام کے نام پر بننے والے ملک میں پنپنا یقیناً لمحہ فکریہ ہے۔ حضرت محمد ﷺ کا فرمان ہے کہ ہر دین کا ایک مخصوص شعار ہوتا ہے اور اسلام کا شعار ''حیا'' ہے۔ سورۃ النور اور سورۃ الاحزاب میں اللہ تعالیٰ مؤمنوں کو اپنی نظروں اور عزتوں کی حفاظت کرنے کا حکم دیتا ہے جب کہ مومن عورتوں کو صاف صاف انداز میں بتایا گیا ہے کہ ان کا ڈریس کوڈ (Dress Code) کیا ہے اور کس حلیہ میں ان کو اپنے گھروں سے باہر نکلنا چاہیے۔ سورۃ الاحزاب میں بے پردگی کو جاہلیت کے اس زمانہ سے جوڑا گیا ہے جب عورتیں بناؤ سنگھار کر کے باہر نکلتی تھیں، مگر افسوس کا مقام یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے

''حیااور بے پردگی'' کے بارے میں ان واضح احکامات کے باوجود اسلامی جمہوریہ پاکستان کے سب سے بڑے شہر کراچی میں ذوالحجہ کے مقدس مہینہ کے پہلے عشرہ کو''فیشن ویک'' منانے کے لیے چنا گیا۔جیسے رمضان کے مہینے کو نیکیوں کا موسم بہار کہا جاتا ہے اسی طرح ذوالحجہ کا پہلا عشرہ بھی عام دنوں کے مقابلے میں نیکیوں کے اجر و ثواب کے لیے نہایت اہم ہے۔مگر ہم نے ان دنوں کو فیشن کے نام پر بے حیائی اور عریانی پھیلانے کے لیے منتخب کیا۔اللہ کی عبادت اور نیکی کے لیے خصوصی طور پر مختص ذوالحج کے مقدس پہلے عشرہ کو اسلام کی سرزمین پاکستان میں فیشن ویک میں بدلنے پر نہ کوئی حکومتی ادارہ حرکت میں آیا اور نہ ہی کسی اور ذمہ دار کی طرف سے کاروائی کی گئی۔ فیشن ویک بھی ایسا جیسا کہ بے لباسی کا مقابلہ ہو۔ٹی وی اسکرین پر عریانیت اور بے حیائی کے اس مقابلے کی جھلکیاں دیکھ کر اپنی مسلمانیت پر شبہ ہونے لگا اور پاکستان بننے کا مقصد دھندلا سا گیا۔جن عورتوں کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ وہ گھر سے باہر نکلتے وقت باپردہ ہو کر نکلیں ،نیم برہنہ ہو کر فیشن شو میں حصہ لیتی دکھائی دی گئیں جب کہ وہ مومن مرد جن کو اپنی آنکھیں نیچی رکھنے کا حکم دیا گیا وہ ان بے حیائی کے شوز میں تماش بینوں کا کردار ادا کر رہے تھے ۔بے حیائی کے اس شو کو بڑا کامیاب گردانا گیا اور اس میں حصہ لینے والوں نے امید ظاہر کی کہ عریانیت کا یہ سلسلہ جاری رہے گا اور یہ کہ فیشن انڈسٹری کی کامیابی سے پاکستان بہت پیسہ کما سکتا ہے۔اللہ ایسی ترقی اور دولت سے بچائے ،آمین......دکھ اس بات کا نہیں کہ مغرب زدہ ایک چھوٹی سی اقلیت ہمارے معاشرتی اقدار کو کس انداز میں تباہ کرنے پر تلی ہوئی ہے۔مگر رنج تو یہ ہے کہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے واضح احکامات اور آئین پاکستان کے اس وعدے کے باوجود کہ پاکستان میں دینی شعار اور اسلامی تعلیمات کے مطابق ایسا ماحول پیدا کیا جائے گا جہاں مسلمان قرآن وسنت کے مطابق اپنی زندگیاں گزار سکیں ،اسلامی اقدار کا مذاق اڑانے والوں کو کوئی روکنے والا نہیں۔کچھ معلوم نہیں کس نے اس طرز کے فیشن شو کو منعقد کرنے کی اجازت دی۔کچھ سالوں سے فیشن شوز اور کیٹ واک کا سلسلہ پاکستان میں چل نکلا ہے اور کوئی روک ٹوک نہ ہونے کی وجہ سے مغرب اور انڈیا کی طرح عریانیت کی طرف نکل گیا ہے۔ٹی وی اسکرینز پر اس بے ہودگی کو دیکھنے کے باوجود کسی نے اس کی مذمت کی نہ ہی کوئی احتجاج ہوا، نہ تو کوئی حکمران بولا نہ ہی اپوزیشن لیڈر، اسلامی جماعتیں اور ان کے قائدین بھی خاموش رہے جب کہ پارلیمنٹ بھی انتظامیہ کی طرح بے حس رہی۔اعلیٰ عدلیہ اس پر سوموٹو ایکشن لینے سے کیوں قاصر ہے ؟آخر پاکستان کا میڈیا اس برائی کو برائی سمجھنے سے کیوں قاصر ہے؟ان سوالوں کا کم از کم میرے پاس تو کوئی جواب نہیں!تعجب اس بات پر ہے کہ کراچی جیسے شہر میں جہاں کی اکثریتی آبادی پڑھی لکھی اور شعور رکھتی ہے،کوئی ایک شخص بھی اس عریانیت پر پُر امن احتجاج کے لیے سڑک پر نہیں نکلا۔اگر ہمارے سیاست دان، پارلیمنٹ،حکومت ،عدلیہ،میڈیا اور عوام اسی بے حسی کا شکار رہے تو پھر مغرب کی طرح ہم بھی اخلاقی پستی کی حدوں کو چھو کر رہیں گے

۔ ہمارے پاس تو ویسے بھی شرم وحیا اور اخلاقی ومعاشرتی اقدار کے علاوہ اب کچھ بچا ہی نہیں! ہمارے یہی اقدار ہمیں مغرب سے نمایاں کرتے ہیں۔ اگر آج ہم نے ان کی حفاظت نہ کی اور اپنے آپ کو ہوا کے سپرد کر دیا کہ جہاں چاہے اڑا لے جائے تو ہم مکمل تباہ ہو جائیں گے...... یہ موجودہ خاموشی اور یہ بے حسی انتہائی تکلیف دہ ہے۔ کاش ہمیں احساس ہو جائے کہ اگر اس عریانیت اور فحاشی پر آج ہم اس لیے خاموش رہے کہ فیشن شوز اور واہیات ٹی وی چینلز پر کام کرنے والی لڑکیاں اور عورتیں ہماری اپنی بچیاں نہیں تو یاد رہے کہ کل ان لڑکیوں اور عورتوں کی جگہ آج کے تماش بینوں اور بے حس معاشرہ کے دوسرے افراد اور ذمہ داروں میں سے کسی کی بھی بیٹی، بیوی، بہن یا ماں نیم عریاں لباس میں ہزاروں لوگوں کے سامنے کیٹ واک کر رہی ہوگی!!!(روز نامہ جنگ، 22 نومبر 2010، کالم نگار: انصار عباسی)

مذکورہ بالا اقتباس میں صاحب تحریر نے فحاشی اور بے حیائی نہ روکنے پر اور اس پر خاموش رہنے کی صورت میں جن خطرات سے آگاہ کیا ہے، ان خطرات کے آنے سے قبل ہی ہمیں اس کا سد باب کرنا ہوگا اور اس کے لیے انفرادی واجتماعی، حکومتی اور عوامی سطح پر کوشش کرنا ہوگی ورنہ یہ سیل رواں بہت بڑی تباہی کا پیش خیمہ ثابت ہوگا، اللہ تعالیٰ اس وقت سے ہماری حفاظت فرمائے۔ سر دست چند ایسے انقلابی اقدامات کا ذکر کیا جاتا ہے جو آنے والے اس سڑے ہوئے سیلاب کے سامنے بند باندھ سکیں:

(۱)...... ہر آدمی اپنے اور اپنے گھر کی حد تک ضرور کچھ نہ کچھ اثر رکھتا ہے اور اپنے زیر اثر حلقے میں برائی کے خلاف آواز اٹھانے کا ہر شخص مکلف بھی ہے، گھر کی بیٹی، بہن، بیٹے، بھائی اور افرادِ خانہ کو نئی تہذیب کی اس سڑاند سے محفوظ رکھنا، گھر کے ہر باشعور بڑے کی ذمہ داری بنتی ہے، اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے: ''اے ایمان والو! اپنے اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہوں گے''...... افراد معاشرے سے اور معاشرہ افراد سے بنتا ہے اور ایک صالح معاشرہ، فرد کی ذمہ داری کے بغیر وجود میں نہیں آسکتا۔ جب تک فرد میں برائی روکنے کا احساس پیدا نہ ہوگا، جب تک اس کے دل میں معمارانِ ملت کے مستقبل کے لیے اس زہر قاتل تمدن پر کڑھن پیدا نہیں ہوگی اس وقت انسدادِ فحاشی وبے دینی کا صحیح سد باب نہیں ہو سکتا۔ برائی کے عام ہونے میں ایک بڑی رکاوٹ یہ ہوتی ہے کہ ہاتھوں ہاتھ قبول کرنے کے بجائے، معاشرہ اس کو یکسر رد کر دے...... اور وہ اسے اسی وقت رد کرے گا جب معاشرے کے افراد کو اپنے دین، اپنی تہذیب اور اپنی روایات اور تعلیمات کی فکر ہوگی۔

(۲)...... شہروں کے اندر خیر وبھلائی کی قوتیں ہی لوگوں میں یہ فکر واحساس پیدا کر سکتی ہیں، مساجد کے ائمہ، اصلاحی مجالس کے واعظین اور دعوت وتبلیغ کے مبلغین اگر پوری دل سوزی کے ساتھ فواحش ومنکرات کے دنیاوی اور اخروی نقصانات لوگوں کے سامنے بیان کریں اور صحافی واہل قلم مجلّات واخبارات کے صفحات پر ''ہوشیار باش'' کی صداؤں کو

عام کرنے لگیں تو اس سے عام لوگوں میں انسدادِ فواحش کا جذبہ بیدار ہوگا۔

(۳)...... بے دینی اور فحاشی کی روک تھام کے لیے اُن اداروں پر دباؤ ڈالنا بھی بہت ضروری ہے جو اس کے پھیلانے اور عام کرنے میں سرگرم ہیں، قطع نظر اس کے کہ پس منظر میں کون سی قوتیں کارفرما ہیں، جن اداروں سے براہ راست شر پھوٹ رہا ہے، اُن کی سرکشی کو لگام دیے بغیر یہ وبا رُکے گی نہیں۔ ان اداروں پر دباؤ ڈالنے کی ایک صورت تو یہ ہوسکتی ہے کہ شہر کے معززین، اُن اداروں کے ذمہ داروں سے مل کر انھیں اپنے جذبات سے آگاہ کریں اور ایک صورت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ قانون ہاتھ میں لیے بغیر جمہوری طریقے سے ان اداروں کے سامنے اپنا احتجاج ریکارڈ کرایا جائے۔ یہ کام وہ اسلامی جماعتیں بہت آسانی کے ساتھ کرسکتی ہیں جن کے پاس کارکنوں کا ایک منظم لشکر موجود رہتا ہے۔

(۴)...... اسمبلیوں میں دینی ذہن رکھنے والوں کی ایک بڑی تعداد موجود ہے، بے حیائی اور بے دینی کی موجودہ لہر کے خلاف اس قومی پلیٹ فارم سے بھی موثر آواز بلند کرنے کی ضرورت ہے۔ ایک تو پالیسی ساز ذہن وہاں کے صدائے احتجاج کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں، دوسرے وہاں کی آواز ملک بھر میں سنائی بھی دیتی ہے۔

ہمارے نزدیک اس کا حل سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ درد دل رکھنے والے اسلامیانِ پاکستان، اس فضائے معاصی کے خلاف سراپا صدائے احتجاج بن جائیں، ہر شخص اپنا ایک حلقہ اثر رکھتا ہے، اپنے گھر، اپنے محلّہ، اپنے قبیلہ، اپنی مسجد، اپنی جماعت میں اس آگ کو بجھانے کے لیے آواز بلند کی جائے، خطباء منبر و محراب، واعظین، مقررین اسٹیج اور اہل علم اپنے قلم سے اس وبا سے بچانے کے لیے صدائیں لگائیں، ان نالوں کا زیادہ نہ سہی اثر ضرور پڑے گا۔ اس لیے کہ ہم سب کو یہ حقیقت یاد رکھنی چاہیے کہ جس مسلم معاشرے میں برائی کے خلاف آواز اٹھانے والے نہ رہیں، قدرت کی طرف سے اس کی تباہی میں پھر زیادہ دیر نہیں لگتی۔ وما علینا الا البلاغ

☆......☆......☆

دیوبند کے چند علماء حضرات حضرت حکیم الامت کے یہاں تشریف لائے تھے، آتے وقت ٹم ٹم والے نے کرایہ آٹھ آنے لیا اور روانگی کے وقت اس کے لڑکے نے چھ آنے کرایہ طے کیا۔ اس پر حضرت والا نے فرمایا کہ بمقابلہ بوڑھوں کے نوجوانوں میں نرمی زیادہ ہوتی ہے، علماء نے بھی لکھا ہے اور قاضی شریح نے اس کو نقل کیا ہے کہ اگر کوئی حاجت طلب کرے تو نوجوان سے کرے کیوں کہ بمقابلہ عمر رسیدہ کے نوجوان اکثر جلد حاجت رفع کر دیتا ہے۔ دیکھو حضرت یوسف علیہ السلام سے جب ان کے بھائیوں نے معافی چاہی تو انہوں نے فوراً ان کا قصور معاف کر دیا اور جب حضرت یعقوب علیہ السلام سے معافی چاہی تو انہوں نے فوراً فرمایا کہ اچھا دیکھا جائے گا، اگرچہ اس کی وجہ یہ لکھی ہے یہ ٹالنا آخر شب کے لیے تھا کہ وہ قبولیت دعا کا خاص وقت ہوتا ہے مگر انہوں نے اس کی وجہ یہ بھی قرار دی ہے وہ چونکہ بوڑھے تھے اس وجہ سے تأمل ہوا گویا انبیاء میں بھی اختلاف طبائع کے آثار موجود ہیں۔ علماء کی یہ بڑی حکیمانہ بات ہے۔ (ملفوظات حکیم الامت ۷۸/۱۸)